قاضی شُریح

از

(جناب ڈاکٹر خورشید احمد صاحب فارق)

(ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ ڈی پروفیسر دہلی کالج)

شُریح پہلی صدی ہجری کے ایک نہایت قابل قدر غیر سیاسی شخصیت ہیں ان کی زندگی کے مطالعہ سے جس کے خدوخال افسوس ہے کہ خوب واضح نہیں ہیں ان کی سچی عظمت وعزت کا دل معترف ہوتا ہے وہ تقریباً ساٹھ سال اور بقول بعض ساٹھ سال سے زیادہ جج رہے یہ ایک لمبا عرصہ ہے اور پہلی صدی ہجری کے فتنہ پرور نیز تیزی سے بنتے بگڑتے سیاسی حالات میں جن کے دامن سے یہ وابستہ تھے حیرتناک بھی ہے۔ ان کی عظمت وعزت کا دل اس لئے معترف ہوتا ہے کہ وہ حقیقی طور پر خداترس، راستباز اور انصاف پسند انسان تھے، خیالی خداترسی یا زبانی راستبازی نہیں بلکہ وہ خداترسی و راستبازی جس کی پرکھ عمل سے ہوتی ہے، جو لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا اور آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کی صحیح مصداق ہے وہ خداترسی و راستبازی ہی نہیں جو روزہ نماز، حج و زکاۃ تک محدود ہے بلکہ وہ جو زندگی کی ہمہ گیر، مصروفیتوں، معاملات، خواہشوں اور خواہشوں کی تکمیل اور تکمیل کے طریقوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوتے ہے۔ یہ صفت ہم کو ان کے اکثر ہم رتبہ اور ہم بعض معاصروں میں صاف نہیں نظر آتی اور ان کے چاروں طرف جو سیاسی وقبا کی کردار ہیں جن کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ ڈور ہے ان کی زندگی میں تو اس کے نقوش بہت دھندلے ہیں۔

شریح سنہ ھ میں قاضی ہوئے اور سنہ ھ میں غالباً کبرسنی کی بنا پر استعفاء دیا، یہ تاریخیں مورخ طبری متوفی سنہ ۳۱۰ھ نے دی ہیں۔ ان کی عمر بقول بعض ایک سو اسی[۱] سال بقول بعض ایک سو بیس[۲]

---

۱ طبری مصر ایڈیشن ۳/ ۲۸۲

اور بقول بعض ایک سو سال تھی، قاضی بننے سے پہلے کی زندگی کے جو حالات دریافت ہو سکے ہیں یہ ہیں :

اُن کے باپ ایران سے آکر یمن میں آباد ہوئے تھے[۱]، اس مہاجرت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ملک حبش کے بادشاہ نے یمن کے بادشاہ سیف بن ذی یزن کے ملک پر قبضہ کر لیا تھا اور ایک لاکھ سے زیادہ فوج تیار کی تھی، سیف اتنی بڑی فوج کے مقابلہ سے عاجز تھا، وہ ایران کے بادشاہ نوشیروانِ عادل کی خدمت میں حاضر ہوا اور حبشہ کے بادشاہ کے مقابلہ کے لئے مدد مانگی اور حکومت پانے کے بعد ایران کا باجگذار ہونے کا وعدہ کیا۔ نوشیروان ہمدردی سے پیش آیا لیکن وہ اپنی قیمتی فوج کو ایک غیر قیمتی علاقہ کی خاطر سمندری سفر کے ہولناک خطروں میں ڈالنے کے لئے تیار نہ ہو سکا اس کے وزیروں نے مشورہ دیا کہ ملک کے قیدیوں کی ایک فوج بنا کر اس سے مدد کی جائے، چنانچہ ایک قابل سپہ سالار کی سرکردگی میں آٹھ سو قیدیوں کی ایک مسلح فوج آٹھ کشتیوں میں یمن بھیجی گئی، دو کشتیاں سمندری سفر میں تباہ ہوئیں اور چھ بخیریت ساحلِ یمن پہنچیں، حبش کی فوجوں کو شکست ہوئی اور سیف بن ذی یزن ایرانی حکومت کے تحت اپنے باپ دادا کے ملک پر قابض ہوا[۲]، وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ شریح کے باپ سپاہی کی حیثیت سے آئے تھے یا فوج کے انتظامی یا خدمتی عملہ سے ان کا تعلق تھا اگر سپاہی تھے تو جیسا کہ اوپر بیان ہوا قیدی ہوں گے جن کو حکومت کی طرف سے کسی جرم کی سزا دی گئی ہوگی، سیف کا یمن پر قبضہ نوشیروان کی حکومت کے ۴۵ سال بعد ہوا[۳]، محمد رسول اللہ کی عمر اس وقت ۵ سال کی تھی[۴]، مصنف اصابہ نے ایک قول نقل کیا ہے کہ شریح کی عمر قاضی ہونے کے وقت چالیس[۵] برس کی تھی اس اعتبار سے ہجرت کے وقت ان کی عمر بائیس[۲۲] برس کی ہوگی۔ یہ کب اور کس طرح مسلمان ہوئے؟ اس سوال کا یقینی جواب نہیں دیا جا سکتا ایک رائے یہ ہے کہ وہ معاذ بن جبل (متوفی ۱۸ھ) کی صحبت سے مستفید ہوئے تھے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے ضلع جند کا قاضی مقرر[۵] کیا تھا، اس مسئلہ میں کہ انھوں نے رسول اللہ کو دیکھا یا نہیں دو رائیں ہیں[۲] ایک یہ کہ نہ دیکھا اور نہ کوئی حدیث

۱؎ اغانی مصر ایڈیشن ۱۶/۱۳۷ ۲؎ طبری ۲/۱۲۲ ۳؎ مروج الذہب مصر ۲/۴۸ ۴؎ مروج ۲/۲۸۰ ۵؎ اصابہ مصر ۲/۱۴۶

سنی، دوسری رائے اور شاید زیادہ قابلِ اعتماد یہ ہے کہ وہ رسول اللہؐ کے آخری زمانہ میں ان سے ملے تھے اور رسول اللہؐ کے ایما پر اپنے کنبہ والوں کو لینے یمن گئے تھے اور جب لے کر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی تھی۔[1]

پہلی بار گھر چھوڑ کر مدینہ آنے کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ ان کی ماں نے باپ کی وفات کے بعد دوسری شادی کر لی تھی جو ان کو ناپسند تھی۔[2]

رسول اللہ کی وفات سنہ ۱۱ھ کی ابتدا میں ہوئی جس وقت شریحؒ کی عمر تقریباً تیس[3] سال ہوگی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قاضی بننے سے پہلے وہ تجارت کرتے تھے۔ اس رائے کی تائید ابن سیرینؒ (متوفی سنہ ۱۱۰ھ) کے اس قول سے ہوتی ہے: "شریح تاجر تھے اور ان کے داڑھی نہ تھی"۔[4]

مصنف استیعاب نے لکھا ہے: "شریح فیصلہ کی سمجھ بوجھ میں یکتا تھے، ان کی معلومات وسیع اور صحیح تھی اس کے علاوہ عمدہ شاعر تھے جن کے پہلے مضامین پر مشتمل اشعار محفوظ ہیں' ان کے چہرہ پر داڑھی کا ایک بال بھی نہ تھا۔"[4] ابن خلکان لکھتے ہیں کہ پہلی صدی میں چار نامور بے داڑھی والے ہوئے ہیں جن میں ایک شریح تھے باقی تین یہ ہیں، ابن الزبیر متوفی سنہ ۷۳ھ، قیس بن سعد بن عبادہ متوفی سنہ ۶۰ھ، احنف بن قیس متوفی سنہ ۷۱ھ

شریح کے ایک معاصر کا کہنا ہے کہ "میں نے شریح کی داڑھی سفید دیکھی" یہ قول مصنف استیعاب کی مذکورہ رائے کی تردید کرتا ہے کہ شریح کے چہرہ پر داڑھی کا ایک بال بھی نہ تھا

ان کے لئے کتابوں میں لفظ مزاح استعمال ہوا ہے، اور اس کی تائید میں ان کے متعدد قول نقل کئے گئے ہیں جن سے ان کی شگفتہ مذاقی کا پتہ چلتا ہے، لیکن مذکورہ صفات اور ان کی سیرت میں رچی ہوئی خدا ترسی کے بعد جس صفت نے ان کو حیرت انگیز حد تک کامیاب جج بنایا وہ ان کی تحلیلی و استنباطی عقل تھی، وہ بظاہر سیدھے چلتے لیکن بباطن بے میل مسائل کو خوب سمجھ لیتے تھے ان میں قرآن سے نتائج نکالنے اور ان کی مدد سے مسائل سلجھانے کا اچھا سلیقہ تھا، عربوں میں تحلیلی

---

[1] اصابہ ۲/۱۴۶ [2] اغانی ۱۶/۳۵ [3] تہذیب التہذیب ۴/۳۲۶ [4] استیعاب برحاشیہ اصابہ ۳/۲۵۷

واستنباطی عقل کیاب تھی، وہ تقلید پسند لوگ تھے جو استنباطی عقل کی جگہ سلف کی مثالوں پر زیادہ بھروسہ کرتے تھے، جن کے فیصلے اکثر دوراز کار بیشتر گرد و پیش کے حالات نیز قبائلی و شخصی مصلحت اندیشی سے متاثر ہوتے تھے، شریح کی ان صفات کو بروئے کار لانے کے لئے قدرت نے ایک گویا زبان اور سلجھا ہوا انداز بیان عطا کیا تھا،

قاضی

جیسا کہ اوپر بیان ہوا شریح ۱۸ھ میں قاضی ہوئے۔ یہ حضرت عمرؓ کا زمانہ تھا اور ان کی خلافت کا پانچواں سال ۱۴ھ میں بصرہ اور ۱۵ھ میں کوفہ کی فوجی چھاؤنیاں سرحدِ عراق پر وجود میں آ چکی تھیں، عراق اور ملک ایران کا ایک اہم حصہ عرب مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہو چکا تھا، مفتوحہ علاقوں کی نگرانی اور غیر مفتوحہ علاقوں کو فتح کرنے کے لئے ان دو[۲] شہروں میں حجاز کے بہت سے قبیلے مع اہل و عیال آباد ہو گئے تھے جن کی تعداد حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک لاکھ سے زیادہ تھی اور دس سال بعد دو[۲] لاکھ سے متجاوز ہو گئی تھی، یہ اسلامی حکومت کے سب سے بڑے فوجی، قبائلی اور مالی مرکز تھے اور عنقریب باہمی قبائلی جھگڑوں، فتنہ انگیزیوں اور عربی حزبیت و انتقام کے بھی سب سے بڑے مرکز بننے والے تھے، کوفہ کی مجاہدین آبادی نے حضرت عمرؓ کے زمانہ سے بھی شورش و فتنہ کی چنگاریاں اڑانا شروع کر دی تھیں جیسا کہ سعد بن ابی وقاص (متوفی ۵۵ھ) اور ان کے بعد عمار بن یاسر (متوفی ۳۷ھ) کی پے در پے معزولی سے ظاہر ہوتا ہے، سعد ۲۱ھ میں معزول ہوئے، عمار ۲۲ھ میں، سعد کے خلاف یہ شکایت تھی کہ ان کو نماز پڑھانا نہیں آتی، عمار کے خلاف یہ شکوہ تھا کہ ان کو حکومت کا ڈھنگ نہیں آتا، حقیقت میں ان شکایتوں کے اسباب فتنہ پرور محرکات تھے۔

۱۸ھ سے پہلے بصرہ کے قاضی ابو مریم حنفی اور کوفہ کے قاضی ابو قرہ یا ابو فروہ تھے، ان دونوں میں سے کسی کو رسول اللہؐ کی صحبت نہیں ملی تھی بلاذری کی فتوح البلدان مصر ایڈیشن کے صفحہ ۳۵۴ پر ہے کہ پہلا شخص جس نے بصرہ آباد ہونے کے بعد وہاں کی مسجد میں بحیثیت قاضی فیصلے کئے اسود بن سریع تمیمی تھے یہ رائے صحیح نہیں ہے، استیعاب اور اصابہ ہر دو کے راوی متفق ہیں کہ اسود قاضی نہیں بلکہ واعظ تھے[۱] ایسا

---

[۱] استیعاب بحاشیہ اصابہ ج۱ و اصابہ ج۱

معلوم ہوتا ہے کہ ۱۴ھ سے ۱۷ھ تک جب ابو مریم کا تقرر ہوا بصرہ میں قاضی کے فرائض گورنر انجام دیتا تھا
اس خیال کی تائید حضرت عمرؓ کے ان خطوط سے ہوتی ہے جو انہوں نے ابو موسیٰ اشعری (متوفی ۴۴ھ) کو جو
۱۷ھ کے اوائل میں بصرہ کے گورنر ہوئے تھے قضا اور انصاف کے اصول کے بارے میں لکھے تھے ۔
ابو موسیٰ چوں کہ جنگی مہموں پر اکثر بصرہ سے باہر رہتے اس لئے غالباً خود انہوں نے ابو مریم کا تقرر کیا تھا۔

کوفہ کے قاضی ۱۵ھ تا ۱۸ھ ابو قرہ تھے،[۲] ابو قرہ کو ابو فروہ بھی کہا گیا ہے[۳] یہ مولیٰ یعنی آزاد کردہ
غیر عرب تھے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ ان دونوں قاضیوں سے پوری طرح مطمئن نہ تھے اور ایسے
آدمیوں کی تلاش میں تھے جو قضا کے بلند منصب پر ہر طرح پورے اترتے ہوں۔

۱۸ھ میں ان کو ایسے دو شخص ملے جو قاضی بننے کی پوری صلاحیت رکھتے تھے، ایک کعب بن سور
ازدی (متوفی ۳۶ھ)[۴] اور دوسرے شریح، کعب ایک نصرانی خاندان کے نو مسلم تھے جن کو رسول اللہ کی
صحبت نہیں ملی تھی، لیکن جو شریح کی طرح راستباز تھے اور استنباطی و تحلیلی دماغ رکھتے تھے، حضرت
عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں مدینہ کے قاضی تھے اور خلیفہ ہونے کے بعد بھی اکثر قضیئے سنتے تھے، ایک بار
ایک عورت آئی اور کہا میرا خاوند رات کو نماز پڑھتا ہے اور دن میں روزہ رکھتا ہے" یہ درحقیقت اپنے
شوہر کی ازدواجی بے تعلقی کی شکایت تھی جس کو عمرؓ نہ سمجھ سکے، انہوں نے شوہر کی عبادت گذاری کی تعریف
کی اور عورت چلی گئی، کعب بن سور اتفاق سے موجود تھے، وہ عورت کا اشارہ پا گئے اور حضرت عمرؓ سے
اس کی تصریح کی، عمرؓ نے عورت کو بلوایا اور بولے "حق بات کہنے میں تمہارے لئے کچھ جرم نہ تھا، یہ (کعب) کہتے
ہیں تم اپنے شوہر کی ازدواجی بے تعلقی کی شاکی ہو" عورت نے اس کا اقرار کیا حضرت عمرؓ نے شوہر کو بلوایا اور
کعب سے اس معاملہ میں فیصلہ کرنے کو کہا، کعب کو امیر المؤمنین کے روبرو یہ جرأت کرتے ہوئے تردد ہوا
لیکن حضرت عمرؓ کے منت آمیز اصرار پر وہ تیار ہو گئے اور بولے "مرد کو چار شادیوں کی اجازت ہے، اگر
اس کا شوہر چار دن میں ایک دن اس کی صحبت میں گذارے تو میرے نزدیک عین انصاف کے
مقتضی ہے"، عمرؓ کعب کے اس قرآنی استنباط اور سلجھے ہوئے فیصلے سے بہت متاثر ہوئے، عورت کے

---

[۲] طبری ۱۸۸، ۱۴۸۵، ۲۲۲۰ [۳] اصابہ ۴/۱۷۰ [۴] استیعاب حاشیہ اصابہ ۳/۳۰۲-۳۰۱

حق میں یہ فیصلہ دیا اور کعب کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا۔[1]

شریح کے تقرر کا بھی کچھ ایسا ہی پس منظر ہے حضرت عمرؓ نے کسی سے ایک گھوڑی کی خریداری کی بات چیت کی جب قیمت طے ہو گئی تو انہوں نے آزمائش کے طور پر گھوڑے کی سواری کی یا جیسا کہ اغانی میں ہے کسی سے کرائی۔ آزمائش کے دوران میں گھوڑا مر گیا عمرؓ گھوڑے کے مالک کو گھوڑا لوٹانے لگے تو اس نے لینے سے انکار کیا حضرت عمرؓ نے کہا کسی کو بلالاؤ جو ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کر دے، وہ شریح کو لایا جنھوں نے یہ فیصلہ کیا "امیر المومنین جو چیز آپ نے خریدی ہے اس پر قبضہ کیجئے یا جیسی لی تھی لوٹا دیجئے" عمرؓ اس فیصلہ سے پھڑک کر بولے "کیا منصفانہ فیصلہ اس کے سوا اور کچھ ہو سکتا ہے!" جاؤ تمہیں کوفہ کا قاضی بناتا ہوں[2]۔ ابن سعد نے اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ حضرت عمر کا شریح سے یہ پہلا تعارف تھا۔

ابن عساکر نے شعبی کے حوالہ سے تاریخ دمشق $\frac{۶}{۳۰۵}$ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے شریح کی تنخواہ سو درہم (تقریباً ساٹھ روپے) ماہانہ مقرر کی جب شریح کوفے جانے لگے تو حضرت عمرؓ نے یہ ہدایت کی خدا کی کتاب میں جو فیصلہ تم کو ملے اس کی بابت کسی سے کچھ مت کہو سنو اور جب کوئی فیصلہ صاف صاف وہاں نہ ملے تو سنت کی طرف رجوع کرو، اگر وہاں بھی نہ ملے تو اجتہاد سے کام لو اس کے علاوہ مجلسِ قضا میں نہ کسی سے لڑو، نہ جھگڑو، نہ خرید و نہ بیچو[3]۔

قاضی شریح کے طویل منصبِ قضا (۱۸ھ تا ۷۹ھ) کے عہد کی صرف جھلکیاں ہمارے سامنے آئی ہیں، ان کی سیرت اور قضا کے حالات قیمتی ہونے کے باوجود جہاں تک مجھے معلوم ہے استقصار کے ساتھ کبھی مرتب نہیں ہوئے، متعدد کتابیں جو میری نظر سے گذری ہیں ان میں ان کے حالات بے سیاق و سباق اشاروں اور حکایتوں کی شکل میں بکھرے ہوئے ہیں اور متعدد کتابوں کا مواد ایک دوسرے سے مشترک اور مستعار نظر آتا ہے تاہم یہ جھلکیاں جب جمع ہو کر سامنے آتی ہیں تو ان سے شریح کی انفرادی سیرت، ان کی سیرت بحیثیت قاضی، ان کے انصاف کے طریقوں اور ان کے سیاسی طرزِ عمل کی ایک ایسی تصویر کھنچ جاتی ہے جس کے خد و خال واضح ہوتے ہیں اور جس کا خمیر راستبازی اور عملی خدا ترسی

---

[1] استیعاب حاشیہ اصابہ $\frac{۳}{۳۰۲-۳۰۴}$ [2] طبری $\frac{۴}{۱۶۲۲۱۶۸۸۸۸}$ [3] اصابہ $\frac{۴}{۱۶۰}$

سے بنتا ہے۔

۱۸ھ کے بعد شریح سے ہماری ملاقات حضرت علیؓ کی زمانۂ خلافت میں ہوتی ہے ۲۳ھ میں حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے اور ۳۶ھ میں حضرت علیؓ اس تیرہ برس کے عرصہ میں ایسے دور رس واقعات رونما ہوئے جو شاید تاریخ اسلام میں کبھی نہیں ہوئے ہوں گے، حضرت عثمانؓ اور ان کے عمال کے خلاف جو شورش و بداطمینانی پیدا ہوئی اس کا سب سے بڑا مرکز کوفہ تھا جہاں شریح قاضی تھے ۲۲ھ میں حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن مسعود (متوفی ۳۲ھ) کو بیت المال کی نگرانی اور کوفیوں کو قرآن و دین کی تعلیم دینے بھیجا تھا۔ ابن مسعود رسول اللہؐ کے مقرب اور لائق ترین ساتھیوں میں تھے اور قرآن و دین کی بہت گہری بصیرت رکھتے تھے، ان کی زیر تعلیم قبائلی سرداروں کا ایک گروہ وجود میں آیا جس کو قراء کے لقب سے تاریخ میں یاد کیا گیا ہے، یہ لوگ کثرت سے قرآن پڑھتے اور لوگوں کی دینی معاملات میں رہنمائی کرتے۔

۲۳ھ میں حضرت عثمانؓ نے خلیفہ ہو کر حضرت عمرؓ کی حسب وصیت صحابی سعد بن ابی وقاص کو جو عراق کے فاتح اور مؤسس کوفہ تھے گورنر مقرر کیا پھر ایک سال ہی کے بعد ان کو معزول کر کے اپنے رشتہ کے بھائی ایک نوجوان کو جن کا نام ولید بن عقبہ تھا۔ کوفہ کا گورنر مقرر کیا عرب ہمیشہ جوانوں کے مقابلہ میں سن رسیدہ اور تجربہ کار لوگوں کی حکومت کو ترجیح دیتے تھے ولید نہ صحابی تھے نہ ان میں مذکورہ دو صفتیں تھیں کوفہ کے قراء اور وہ پرانے مجاہدین جنہوں نے ابتدائی جنگوں میں نمایاں حصہ لیا تھا اور فوجی وظیفہ کی صنف اول (یعنی شرف عطار ۲۰۰۰ تا ۲۵۰۰ درہم) سے مشرف تھے اور جواب تک چوٹی کے صحابہ کو گورنر دیکھنے کے عادی رہے تھے اس تقرر سے بہت بددل ہوئے ان کی اعتدال سے بڑھی ہوئی دینی و سنی و خدماتی خودداری کو سخت ٹھیس لگی یہ بددلی اور احساس توہین برابر بڑھتا رہا حتی کہ چند سال میں اس نے صریح مخالفت کی شکل اختیار کی۔

گورنر ہونے کے کچھ دن بعد ولید نے ابن مسعود سے جو معلم دین کے ساتھ نگران خزانہ بھی تھے ایک رقم قرض لی اور میعاد ختم ہونے پر واپس نہ کر سکے، ابن مسعود نے تقاضا کیا اور غالباً سختی سے

ولید نے حضرت عثمانؓ سے شکایت کی اور انھوں نے ابن مسعود کو لکھا: تم ہمارے خزانہ کے صرف خازن ہو تم ولید کے ساتھ اس روپیے کی وصولیابی میں جو انھوں نے تم سے لیا ہے کوئی سختی مت کرو ابن مسعود کی دیانتداری اس مداخلت کی تاب نہ لاسکی، انھوں نے غصہ میں آکر خزانہ کی چابیاں یہ کہتے ہوئے پھینک دیں: "میں سمجھتا تھا کہ میں مسلمانوں کا خازن ہوں، لیکن اگر جیسا کہ تم کہتے ہو میں تمہارا خازن ہوں تو مجھے ایسا خازن بننے کی ضرورت نہیں ہے، جو حاکم صحیح طرز عمل بدلتا ہے خدا اس کی خوشحالی بدل دیتا ہے اور اس سے ناراض ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں تمہارا خلیفہ بدل گیا ہے اور اس نے صحیح طرز عمل ترک کر دیا ہے یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ سعد بن ابی وقاص جیسے صحابی کو معزول کیا جائے اور ولید جیسے شخص کو گورنر بنایا جائے۔"[1] . . . .

. . . . ولید نے حضرت عثمانؓ کو لکھا کہ ابن مسعود لوگوں کو آپ کے خلاف بھڑکاتے اور آپ پر سخت تنقید کرتے ہیں، حضرت عثمانؓ نے لکھ بھیجا کہ ابن مسعود کو مدینہ روانہ کیا جائے اور ان کو اپنا درس حلقہ چھوڑ کر جانا پڑا۔ ان دونوں وقوعوں سے قرآنی حلقوں اور پرانے مجاہدین میں سخت اشتعال پیدا ہوا ۲۹ھ میں ولید کے خلاف ایک سازش ہوئی جس میں ماخوذ ہو کر وہ گورنری سے معزول ہوئے اب حضرت عثمانؓ نے ایک دوسرے اُموی رشتہ دار کو جو صحابی تھے نہ سن رسیدہ نہ پرانے مجاہد کوفہ کا گورنر مقرر کیا، ان کا نام سعید بن عاص تھا ولید کی طرح یہ بھی سلامت رو اور لایق حاکم تھے انھوں نے قرآء اور پرانے مجاہدین کی عزت و دلداری کی لیکن مقبول نہ ہو سکے بلکہ جلد ان کی دشمنی کا شکار ہوئے۔ مخالفت کے انگاروں کو حضرت عثمانؓ کے خلاف مدینہ، بصرہ اور مصر کی تحریکوں نیز مدینہ کے ان صحابیوں کے خفیہ اشتعالی خطوط نے بھی ہوا دی جو خود خلیفہ بننے کے مشتاق تھے اور جن کو حکومت میں کوئی منصب حاصل نہ تھا اس کے علاوہ کوفہ میں دوسرے درجہ کے مجاہدین کا ایک طبقہ جو ۱۹ھ کے بعد کی فتوحات کے زمانہ میں ابھرا تھا قوت پکڑ رہا تھا اور پرانے مجاہدین پر چھاتا جا رہا تھا، سعید نے گورنر ہو کر حضرت عثمانؓ کے مشورہ سے کچھ اپنے جاندار

[1] انساب الاشراف بلاذری (فلسطین) ج۵ ص۳۰

ملل سے تعلق رکھنے والے قدم اٹھائے جن سے پرانے مجاہدین کی قوت وعظمت بڑھ گئی اس اقدام کا دوسرے طبقہ پر بہت اثر پڑا اور وہ بھی حکومت اور حضرت عثمانؓ کے بدخواہوں میں ہوگیا پھر سعید کی سفارش سے[1] جب ۳۳ھ میں حضرت عثمان نے کوفہ کے دس قراء اور پرانے مجاہدین سرغنوں کو جو حکومت الٹنے کے درپے تھے جلاوطن کیا تو سلگتی ہوئی بغاوت بھڑک اٹھی، پرانے اور نئے طبقوں کے بہت سے مجاہدین مل کر باغیانہ پروپگنڈے اور فتنہ انگیز کاموں میں لگ گئے اشتر نخعی کوفہ کے باشندہ اور صف اول کے قراء ومجاہدین میں تھے جن کی قیادت میں کوفہ سے ۲۰۰ آدمیوں کا ایک جتھا حضرت عثمانؓ کو برطرف یا قتل کرنے نکلا تھا انہی اشتر اور ان کے رفقاء نے حضرت عثمانؓ کے آخری گورنر ابوموسیٰ اشعری کو جو ایک صلح جو انسان تھے بدکلامیوں اور دھمکیوں سے قصر امارت چھوڑنے پر مجبور کیا تھا اور ان کا سارا سامان لوٹ لیا تھا ۳۶ھ ابوموسیٰ کا قصور یہ تھا کہ وہ اہل کوفہ کو مسلمانوں کی باہمی لڑائی یعنی حضرت علیؓ اور طلحہ زبیر عائشہ کی آویزش سے الگ رہنے کی تلقین کرتے تھے اور خود بھی الگ رہنا چاہتے تھے۔

غرض یہ کہ کوفہ میں فتنہ وبغاوت کا دروازہ کھل گیا اور کوفہ ہی پر کیا منحصر بصرہ، مصر اور مدینہ سے بھی اس کی لپٹیں اٹھنے لگیں، صحابی وغیر صحابی سب اس کی زد میں آگئے، فرق اتنا تھا کہ کوفہ ان سب کا منبع رہا تھا، مدینہ اور مصر کی بغاوت تو حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد فرو ہوگئی لیکن بصرہ اور بالخصوص کوفہ میں یہ برابر بڑھتی اور پھیلتی رہی جیسا کہ پہلی صدی ہجری کی تاریخ سے ظاہر ہے۔ شورش وبغاوت کوفہ کی روایات میں ہوگئی۔ جنگ جمل ۳۶ھ سے فارغ ہوکر حضرت علیؓ نے کوفہ کو اپنا پایہ تخت بنایا لیکن ان کی موجودگی نے اہل کوفہ کے شر انگیز رجحانات دبانے کی بجائے ان کو اور زیادہ بھڑکایا ان کی نافرمانی نے ایک دن بھی انھیں سکھ سے نہ بیٹھنے دیا، ان کی شوریدہ سری کا داغ لے کر ۴۰ھ میں وہ رخصت ہوئے کوفہ ہی کے ایک باشندہ نے ان کو شہید کیا یہ کوفہ ہی تھا جہاں کے قراء اور عابدوں نے خارجیت کا نعرہ بلند کرکے ایک ایسا باغی فرقہ پیدا کیا جس کی بغاوت کی آتش سوز چنگاریاں ۳۸ھ

---

(۱) ملاحظہ ہو طبری ۳۳ھ کے تحت

سے ہے کہ پہلی صدی کے آخر تک برابر کوفہ سے اٹھتی رہیں۔ ۵۱ھ میں حجر بن عدی اور ان کے رفقا کا فتنہ اٹھا جو ان کے قتل سے کچھ دن کے لئے دب گیا۔ معاویہ کی وفات (۶۰ھ) کے بعد حضرت حسین کو خلیفہ بنانے کی باغیانہ تحریک شد و مد کے ساتھ اٹھی اور جنگ کربلا (۶۱ھ) پر اس کا خاتمہ ہوا۔ ۶۵ھ میں توابین شیعے اٹھے اور ۶۶ھ ہی میں مختار بن ابی عبید نے اپنے سیاسی مقاصد کے لئے یہاں کی افراتفری اور باغیانہ فضا کو استعمال کر کے حکومت حاصل کی۔ ۶۷ھ میں اس کے خلاف کوفہ ہی کے لوگوں نے ایک خوفناک بغاوت کی جس کا خاتمہ جنگ مذار پر ہوا، پھر حجاج کی گورنری کے زمانہ میں متعدد بغاوتیں ہوئیں جن میں ابن الاشعث کی بغاوت (۸۱ھ تا ۸۳ھ) سب سے نمایاں تھی۔ اس میں کوفہ کے قراء کا خاص پارٹ تھا اور اس پایہ کے محدث فقہاء اور دینی لوگ شریک تھے جیسے شعبی، سعید بن جبیر، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، اور ابوالبختری طائی۔

یہ اور دوسری بغاوتیں شدت سے اٹھتیں لیکن کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوتیں، اپنے پیچھے دکھ، غم اور بربادی کے سیاہ بادل چھوڑ جاتیں۔ سینکڑوں ہزاروں جانیں ضائع ہوتیں جن میں بے گناہوں کی تعداد زیادہ ہوتی۔ سینکڑوں ہزاروں عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہو جاتے، خانگی شیرازہ درہم برہم ہو جاتا اور وہ معایب پیدا ہوتے جو گھر کے نگراں اور کفیل کے نہ ہونے سے پیدا ہوتے ہیں۔ مرنے والے اپنے بچوں اور عزیزوں میں عربی انتقام کا جذبہ چھوڑ جاتے جو نشو و نما پا کر ایک نئی بغاوت یا بدامنی کی صورت میں کچھ دن بعد ظاہر ہوتا، اگر کسی کو یہ موقع نہ ملتا تو کوئی دوسری مجرمانہ شکل اختیار کرتا جس کی مثالیں تاریخ وادب میں کم نہیں ہیں۔

شریح کے منصب قضا کا درخشاں اور لائق صد آفریں پہلو یہ ہے کہ انھوں نے شورشوں، فتنوں اور بغاوتوں سے گھرے ہونے کے باوجود ان میں حصہ نہیں لیا، نہ کسی سیاسی پارٹی سے خود کو وابستہ کیا، جہاں تک مجھے معلوم ہے کسی جنگ میں شرکت کی باوجودیکہ اسی دور جہاد میں جنگ میں شرکت کرنا خدا کی انتہائی خوشنودی کا موجب خیال کیا جاتا تھا۔ کعب بن سور جو ۳۶ھ میں ان کے ساتھ بصرہ کے قاضی ہوئے تھے اپنی صلح جوئی کے باوجود حضرت عائشہؓ کے دباؤ میں آکر جنگ جمل میں شریک ہوئے

اور مارے گئے۔ اہل مدینہ جن میں اکثریت صحابہ کی تھی یزید کے خلاف ۶۳ھ میں بغاوت کی اور مس روپے سے جو یزید نے ان کو عطیوں اکرام و اعزاز کے طور پر دیا تھا مسلح ہو کر لڑے اور ہزاروں کی تعداد میں حرّہ کی مشہور جنگ میں مارے گئے جب کہ ہر بڑا اور چھوٹا جنگ و فتنہ کی طرف سخت مائل تھا شریح کا اس سے پرہیز کرنا تعجب خیز نظر آتا ہے۔ یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ وہ کیوں اس متعدی مرض سے محفوظ رہے اس کا جواب جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں ان کی غیر معمولی خدا ترسی اور قرآن فہمی میں ہے، وہ صلح جو آدمی تھے اور صلح جوئی کو خدا ترسی کا لازم سمجھتے تھے۔ وہ قرآن کی آیتوں کے خاص و عام میں تمیز کرتے تھے ان کی نظر میں قرآن کی انفرادی آیتوں کی جگہ مجموعی تصور تھا وَاتَّبِعُوا اَحْسَنَ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ کا فلسفہ وہ خوب سمجھتے تھے ان کا صاف ذہن ان اسباب کا بخوبی ادراک کرتا تھا جو فتنوں اور بغاوتوں کے محرک ہوتے تھے یہ محرکات بظاہر استئثار بالمال، تعطیل حدود، عدم شوریٰ، افضلیت اہل بیت، حکومتی ظلم و جبر کی شکل اختیار کرتے لیکن ان کے ظاہر کے پیچھے ھَوٰی کارفرما ہوتی، ھَوٰی کہیں اپنے ذاتی اقتدار، ذاتی منفعت، خاندانی اقتدار، خاندانی منفعت، قبائلی اقتدار یا قبائلی منفعت کا لباس پہنتی، کہیں ذاتی مذہبی و دینی عظمت و تقدس کے اعتراف اور اس اعتراف کی معرفت سیاسی و دنیوی اقتدار کے حصول کی خواہش میں جلوہ دکھاتی کبھی یہ ھَوٰی انتقام کا روپ بھرتی۔ خون کا انتقام، نقصان یا بے حرمتی کا انتقام کبھی یہ محض حسد بن کر دوسرے خاندان یا افراد یا قبیلوں کے اقتدار و خوشحالی چھیننے کے درپے ہوتی۔ شریح خوب جانتے تھے کہ ھَوٰی اور اس کے مظاہر خدا ترسی کی ضد ہیں وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ کا نقش ان کے دل پر ثبت تھا ان کو جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا کے مقابلہ میں فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ، وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ اور وَالَّذِيْنَ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ کے فرمودات اسلام کی اسپرٹ سے زیادہ قریب نظر آتے تھے وہ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا کی باریکیوں سے خوب آگاہ تھے۔

اس مقدمہ کے بعد جو ان کی سیاست و حکومت سے بندھی ہوئی زندگی کے باوجود حکومت

وسیاست اور اس کے بننے بگڑنے اور اس کی زد میں آنے والے اور اس کو زد میں لانے والے، خون سے رنگنے اور رنگانے والے حوادث سے مکمل علیحدگی کی توجیہ کے لئے ضروری تھا اب ہم وہاں لوٹتے ہیں جہاں شریح کو چھوڑا تھا یعنی حضرت علیؓ کا عہد خلافت

ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغۃ نے لکھا ہے: حضرت علیؓ نے شریح کو کوفہ کی جج پر بحال رکھا حالانکہ شریح بہت سے مسئلوں میں ان سے اختلاف رکھتے تھے جو فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں[1] اصابہ میں راوی ابن السکن کا یہ قول نقل کیا گیا ہے: "شریح کے حالات حضرت عمرؓ عثمانؓ اور علیؓ کے زمانہ میں بہت ہیں[2]" یہ فقہی مسئلے اور کثیر حالات جن کی طرف ابن ابی الحدید اور راوی ابن السکن نے اشارہ کیا ہے افسوس ہے کہ فقہ کی متداول کتابوں اور پیش نظر تاریخی وادبی کتابوں میں میری نظر سے نہیں گذرے ورنہ ان کی مدد سے شریح کو بحیثیت قاضی اور فرد کے زیادہ بہتر طریقہ پر سمجھنے میں مدد ملتی۔

---

[1] شرح نہج البلاغۃ (ایران) ج ۱ ص ۱۶۰ [2] اصابہ ج ۲ ص ۱۴۶

العلم والعلماء

یہ جلیل القدر امام حدیث علامہ ابن عبدالبر کی شہرہ آفاق کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" کا نہایت صاف اور شگفتہ ترجمہ ہے مترجم کتاب مولانا عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی اس دور کے بے مثال ادیب اور مترجم سمجھے جاتے ہیں موصوف نے یہ ترجمہ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کے ارشاد کی تعمیل میں کیا تھا جو اب ندوۃ المصنفین سے شائع کیا گیا ہے۔ علم اور فضیلت علم کے بیان۔ اہل علم کی عظمت اور ان کی ذمہ داریوں کی تفصیل پر خالص محدثانہ نقطۂ نظر سے آج تک کوئی کتاب اس مرتبہ کی شائع نہیں ہوئی اس متبرک کتاب کی ایک ایک سطر سونے کے پانی سے لکھنے کے لائق ہے ایک زبردست محدث کی کتاب اور ملیح آبادی صاحب کا ترجمہ، موعظتوں اور نصیحتوں کے اس عظیم الشان دفتر کو ایک دفعہ ضرور پڑھئے۔ صفحات ۳۰۰ بڑی تقطیع

قیمت چار روپے آٹھ آنے۔ مجلد پانچ روپے آٹھ آنے